ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ڈاکٹر اسما امانت
اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ گریجویٹ اسلامیہ کالج برائے خواتین، لاہور کینٹ، لاہور
ڈاکٹر عاشق حسین
ڈائریکٹر پبلک انسٹرکشن (کالجز)، پنجاب، لاہور

ادب، ادیب اور پاکستانیت کی تفہیم واطلاق

Dr. Asma Amanat
Assistant Professor, Govt. Graduate Islamia College for Women, Lahore Cantt, Lahore
Dr. Ashiq Hussain
Director Public Instruction (Colleges), Punjab, Lahore

Literature, Writer and Pakistaniat's Understanding and Application

Literature of any country cannot be created beyond its historical, ideological and cultural values. In the same way, it is essential for Pakistani literature to interpret and communicate the ideological, historical, and cultural values of Pakistan. Which unites Pakistanis on the basis of Pakistaniat. In such a situation, the writer has a huge responsibility to try to make the crowd a nation with the literature he has created. Critics say the writers did not feel their responsibility as the circumstances demanded.

Keywords: *Pakistaniat, Ideological, Writer, Literature, Historical, Cultural.*

دنیا میں ان گنت اقوام ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ اگر ہر قوم کی اپنی تہذیب، روایات، تاریخ، جغرافیہ اور ثقافت نہ ہوتی تو ان اقوام کو ایک دوسرے سے ممیز کرنا خاصا دشوار ہوتا۔ کلچر یا ثقافت کے بارے میں ایک عمومی خیال یہ ہے کہ یہ مذہب پر استوار ہوتی ہے۔ یعنی یہ کہ ثقافت کے بنیادی ستون مذاہب کی دین یا عطا ہوتے ہیں۔ غالباً اِسی لیے قومیں اپنی ثقافتوں کے لیے خاصی جذباتی بھی ہوتی ہیں۔ یہی وہ جذباتی وابستگی ہے جو قومی احساس تفاخر یا وطنیت و قومیت جیسے جذبات کی پرورش کرتی ہے۔ ہر قوم اپنی ثقافت، جغرافیے اور وطن سے عقیدت کی حد تک لگاؤ رکھتی ہے اور اس کے تحفظ و بقا کے لیے کٹ مرنے کے لیے تیار رہتی ہے۔ یہ فطری بات ہے کہ قوم کا تہذیبی و ثقافتی

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

مزاج دوسری قوم سے مختلف ہوتا ہے۔ دوسری طرف قوموں کا مذہب ایک ہی کیوں نہ ہو مگر یہ اپنے ثقافتی مزاج کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں۔ مذہب تہذیب کا بنیادی عنصر تو ہے مگر ثقافت کی تشکیل میں مذہب کے علاوہ بھی کچھ عناصر کارفرما ہوتے ہیں۔ ان عناصر میں خطہ، زبان، رنگ، نسل، جغرافیائی حدود، روایات اور تاریخ وغیرہ کا شمار کیا جا سکتا ہے۔ یہ تمام عناصر قوموں کا تہذیبی و ثقافتی مزاج مرتب کرنے میں خاصے اہم تصور کیے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے کچھ قومیں بہ ظاہر اپنا وجود گنوا دینے کے باوجود ذہنِ انسانی میں آج بھی زندہ ہیں۔

مختلف اقوام کو ان کی متنوع اور منفرد تہذیبوں نے ہی زمانۂ موجود تک زندہ رکھا ہوا ہے۔ تہذیبیں قوموں کی زندگی میں خاصی اہمیت کی حامل ہوا کرتی ہیں۔ چناں چہ تہذیب و ثقافت کا مسئلہ کسی بھی قوم کے لیے بنیادی نوعیت کا مسئلہ رہا ہے اور ترقی یافتہ اقوام تو اپنے تمدن سے سرمو انحراف کرنے کی روادار نہیں ہوتیں۔ اس حساسیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اسے اس کا مطلوبہ مقام و مرتبہ دینا لازمی ضرورت کا درجہ اختیار کیے ہوئے ہے۔ باوجود اس کے کہ اپنی مخصوص ثقافت کی ترویج کے ساتھ ساتھ دوسری اقوام کے کلچر یا تہذیب کو بھی محبت اور رواداری کی نظر سے دیکھا جانا ضروری ہے، کم و بیش ہر قوم کو اپنی تہذیب کے اظہار میں آزادی دینے کی ضرورت بھی باقی رہتی ہے۔

پاکستان میں بسنے والے افراد بھی اپنی جداگانہ قومیت رکھتے ہیں۔ ان کا اپنا ایک منفرد کلچر اور تہذیب ہے جو ان کی مذہبی و تہذیبی روایات، تاریخ اور جغرافیے سے ترتیب پاتا ہے۔ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے اور ایک مخصوص نظریئے پر استوار ہونے کے باعث اس قوم کی نظریاتی بنیادیں اس کے مخصوص مزاج میں کارفرما نظر آتی ہیں۔ پاکستانیت کا مخصوص مزاج بنیادی طور پر اسلام، تاریخ اور خاص جغرافیے کے تال میل سے متشکل ہوتا نظر آتا ہے۔ خصوصاً پہلے دو عناصر یعنی اسلام اور تاریخ کی بنیاد پر ہی تیسرے عنصر یعنی جغرافیائی حد بندی کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

پاکستانیت کی اصطلاح لفظ پاکستان سے اخذ کی گئی ہے۔ عام طور پر اس اصطلاح سے یہی مراد لی جاتی ہے کہ پاکستانیت کے وجود سے محبت اور اس کا تحفظ کرنے کی ذمے داری کو محسوس کرنا۔ جس طرح اسلام سے اسلامیت یا مسلمیت مراد لی جاتی ہے اسی طرح پاکستان سے پاکستانیت مراد لی جاتی ہے۔ پاکستانیت ایک ایسے جذبے کا نام ہے جس کے تحت پاکستان کا جغرافیہ، تاریخ، ثقافت، روایت، عقاید اور تمدن سبھی کچھ آ جاتا ہے۔ پاکستانیت کی اصطلاح کی

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

تقسیم دو حوالوں سے کی جاسکتی ہے، اولاً اس ضمن میں کیے گئے نظریاتی و فکری مباحث اہم ہیں، ثانیاً پاکستانیت کے تشکیلی عناصر اہم ٹھہرتے ہیں۔ ذیل میں ان دونوں حوالے سے نکات پیش کیے جاتے ہیں:

(ا) نظریاتی مباحث:

پاکستانیت کے حوالے سے ڈاکٹر سید عبداللہ اپنے مضمون" اردو ادب میں پاکستانیت کا مسئلہ" میں یوں وضاحت کرتے ہیں:

> "پاکستانیت محض سیاسی، جغرافیائی اصطلاح نہیں بل کہ اس کے کچھ تہذیبی نظریاتی معانی بھی ہیں جن کا براہ راست تعلق ہماری مسلم قومیت اور نظریہ پاکستان سے ہے۔ پاکستانیت کسی علاقائی مزاج کا نام بھی نہیں بل کہ اس سے مراد ایک مجموعی مسلم مزاج ہے جو اپنی ہزار سالہ تاریخ میں کُل مسلمانان ہند نے ایک بین الاقوامی اسلامیت کے تحت ڈھالا جس میں پوری ہند اسلامی تہذیب آجاتی ہے"۔ (۱)

اس جذبے کے تحت پاکستان کے بنیادی عناصر کا احترام نیز پاکستانیت کے خدوخال سے کماحقہ آگاہی بھی ضروری تقاضا ہے۔ پاکستان کو پہچانے بغیر ادب و تنقید میں پاکستان سے حقیقی محبت پیدا نہیں ہو سکتی۔ یہی 'حقیقی محبت' پاکستانیت ہے۔ اکرام ہوشیار پوری اپنی تصنیف پاکستان اور پاکستانیت کے دیباچہ میں پاکستانیت کے خدوخال کو واضح کرتے ہوئے بتاتے ہیں:

> "پاکستانیت اسلام ہے۔ یہ وہ طرزِ زندگی اور طرزِ معاشرت ہے جس کے سوتے اسلام کی بنیادی خصوصیات سے پھوٹے ہیں۔ جب یہ نعرہ لگایا جاتا ہے کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ تو اس سے مراد یہی تھی اس زمانے میں کہ اس خطہ زمین میں ہندو مت اور غیر اسلامی مذاہب کے برعکس یہاں کی تہذیب و تمدن، رسم و رواج، عادات و اطوار، قول و فعل، شخصیت و کردار، سوچ و فکر و عمل کا انداز وہی ہو گا جو اسلام کی حیثیت اقدار اور زندہ روایت نے ہم تک پہنچایا ہے اور اسلامی تاریخ و تمدن کی اعلیٰ روایات سے آج تک جاری و ساری ہے"۔ (۲)

پاکستانیت کی توضیح کے سلسلے میں چند نظریاتی مباحث ہیں جن کا تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے: سوال یہ ہے کہ کیا قیام پاکستان سے پہلے پاکستانیت نہیں تھی؟ یہ جذبہ تو پہلے بھی تھا مگر ۱۹۴۷ء سے پہلے یہ جذبہ صرف جذبہ اسلام

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

تھا یا پھر محض یہ احساس تھا کہ مسلمان ہندوؤں سے یکسر مختلف ہیں۔ اُن کا ایک الگ تشخص ہے، اپنی روایت، تاریخ اور ثقافت ہے، محض جغرافیہ نہ تھا اور جب پاکستانیت ہی ابھی متشکل ہو رہی تھی تو اس کو نام کس طرح سے دیا جا سکتا تھا۔ ۱۸۵۷ء میں اس نے متشکل ہونے کے عمل کا صحیح معنوں میں آغاز کیا۔ جو ۱۹۴۷ء میں مکمل صورت کے ساتھ سامنے آئی۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کا خیال ہے کہ ۱۹۴۷ء سے پہلے پاکستان ایک قوم نہیں تھی ہمیں اسے ایک قوم بنانا ہے[۳] الگ خطہ زمین کا مطالبہ اسی لیے کیا گیا تھا کہ پاکستانیت کا متحدہ برعظیم میں پنپنا مشکل ہو گیا تھا۔ اسی لیے مسلمانوں کو اسلامی روش پر چلتے ہوئے الگ خطے (پاکستان) کا مطالبہ کرنا پڑا۔ یوں بھی انگریزوں کے برعظیم سے جانے کا مطلب مسلمانوں پر ہندوؤں کا حاکم ہو جانا تھا جو مسلمانوں کو کسی صورت گوارا نہ تھا۔ مفکرین کی نظر میں پاکستانیت کی اصطلاح کے حوالے سے تین مختلف نظریات ہیں اُن کا ذکر کرنا بھی ضروری محسوس ہوتا ہے۔

محمد حسن عسکری اپنے مضمون ''پاکستان کا کلچر'' میں اس حوالے سے مختلف مکاتبِ فکر کا ذکر کرتے ہیں جن کے خیالات کا لب لباب یہ ہے کہ پہلے مکتبہ فکر کے حامی حضرات کے خیال میں پاکستانیت نامی کسی اصطلاح کا وجود ہی ناپید ہے۔ یہ دراصل اسلامیت یا مسلمیت ہے جسے پاکستانیت کا نام دیا جاتا ہے یہ مکتبہ فکر پاکستانیت کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے منسوب کرتا ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد ایک سال تک محمد حسن عسکری اسی نظریے کی بات کرتے رہے تھے مگر پھر ان کے نقطہ ء نظر میں تبدیلی آ گئی۔ ان کے علاوہ نصیر الدین ناصر اور خلیفہ عبدالحکیم اسی مکتبہ فکر کے حامی محسوس ہوتے ہیں۔

دوسرے مکتبہ فکر کے خیال میں پاکستانیت ۱۸۵۷ء سے منسوب ہے جب ہندوستان کے مسلمانوں کو اپنے جداگانہ تشخص کا احساس ہوا۔ اس مکتبہ فکر کے نزدیک پاکستانیت پاکستان سے پہلے بھی اپنا وجود رکھتی تھی۔ گویا یہ ہند اسلامی تہذیب کو ماننے والے لوگ ہیں۔

تیسرا مکتبہ فکر پاکستانیت کو ۱۹۴۷ء سے منسوب کرتا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کسی حد تک اسی فکر کے علم بردار ہیں مگر وہ کلچر کی سطح پر ہند اسلامی کلچر کے بھی حامی ہیں۔ ان کے علاوہ ایک اور مکتبہ فکر بھی ہے جو سرے سے پاکستان کے ہی خلاف تھا تو وہ پاکستانیت کا قائل کیوں کر ہوتا؟[۴] یہ لوگ تقسیم برصغیر کو ایک ناانصافی اور ایک غلطی تصور کرتے ہیں۔ ان میں ترقی پسند تحریک سے متعلق اکثر ادبا شامل ہیں۔ یہ پاکستانی کلچر کو ماننے سے منکر ہیں اور ہند اسلامی ثقافت کے داعی نظر آتے ہیں۔ قرۃ العین حیدر کا شمار انھی لوگوں میں ہوتا ہے۔ ڈاکٹر سجاد باقر رضوی نے اپنے مضمون ''پاکستانی تہذیب کا مسئلہ'' میں مفصل بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

" پہلا نظریہ وہ ہے جسے ہم آسمانی نظریہ تہذیب کہہ سکتے ہیں جو لوگ اس نظریہ کو مانتے ہیں وہ تہذیب میں زمینی عنصر کے قائل نہیں۔ وہ ایک پوری ملت اسلامیہ کے قائل ہیں اور زمین کے ساتھ رشتہ جوڑنے کو ملی مفاد کے خلاف جانتے ہیں۔۔۔ وہ پاکستانی تہذیب کو اسلامی تہذیب کا نام دیتے ہیں اور اس طرح اسلامی ممالک سے اپنا تہذیبی رشتہ استوار کرتے ہیں۔۔۔ پاکستانی تہذیب کے معاملے میں دوسرا نظریہ زمینی ہے۔ اس نظریئے کے ماننے والے ترقی پسند ذہن کے حوالے سے اس کا تعین کرتے ہیں۔ ان کی نظر میں پاکستانی تہذیب کا کوئی وجود سرے سے نہیں۔ ان کے نزدیک (چوں کہ تہذیب کا تعلق پنجابی زبان سے ہے) پنجابی، بنگالی، سندھی، پشتو اور بلوچی تہذیب تو ہو سکتی ہے تاہم پاکستانی تہذیب نہیں ہو سکتی"۔ (۵)

حقیقت یہ ہے کہ کوئی عقیدہ یا نظام خیال کلچر کی روح ہوتا ہے۔ جب انگریز یہاں سے جانے لگے تو اسی 'دو قومی نظریئے' کا پرچار کر کے انگریزوں کو یقین دلایا گیا کہ برصغیر میں مسلمان محض اقلیت کا درجہ نہیں رکھتے وہ قومیت کی کسی بھی تعریف کی رو سے ایک قوم کہلوائے جانے کے مستحق تھے۔ سرسید احمد خان، علامہ اقبال اور قائد اعظم نے اپنی تقاریر میں اسی دو قومی نظریئے کی تائید کی۔ پاکستانیت کا جذبہ پاکستان سے مشروط کرتے ہوئے ڈاکٹر سجاد باقر رضوی نے ایک واضح موقف اختیار کیا ہے۔ ان کا اصرار ہے کہ پاکستان اور پاکستانیت میں جسم اور روح کا تعلق ہے اپنے مضمون " پاکستان میں تہذیب کا مسئلہ "میں لکھتے ہیں :

" میں پاکستان کی سیاسی سالمیت کو پاکستانی تہذیب کا جسم اور تہذیب کو پاکستان کی روح سمجھتا ہوں۔ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ پاکستانی تہذیب، پاکستان کے وجود میں آنے سے پہلے موجود تھی اور پاکستان محض اس روح کو جسم دینے کے لیے وجود میں آیا ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں نے پاکستان کا مطالبہ اس لیے کیا تھا کہ مسلمانوں کی تہذیب کا تحفظ کیا جا سکے"۔ (۶)

ڈاکٹر جمیل جالبی بھی تخلیق پاکستان کی وجہ اسی امر کو قرار دیتے ہوئے اپنے مضمون " قومی کلچر کے مسائل "میں لکھتے ہیں:

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

"پاکستان کی تخلیق کے وجوہ یہ تھے کہ اپنے ملی شخصیت اور قومی انفرادیت کو آزادی کے ساتھ برقرار رکھ کر، وحدت کے ساتھ اپنے قومی وجود کو قائم رکھنا تاکہ ایک ایسے معاشرے کو جنم دیا جاسکے جس میں ہماری روایت، ہمارا ماضی، ہماری تاریخ، ہماری زندگی کی رنگا رنگیاں بھی موجود ہوں اور جدید دور کے تقاضے بھی یعنی ترجمان ماضی بھی ہو اور شانِ حال بھی"۔ (۷)

پاکستانی اور اسلامی کلچر کے مباحث بھی اس نظریاتی بحث میں قابل ذکر ہیں۔

ایک طبقے کا خیال ہے کہ پاکستان کا مطالبہ اسلام کے نام پر کیا گیا تھا لہٰذا اس کی ثقافت کو بھی مکمل طور پر اسلامی ہونا چاہیے۔ یوں پاکستانیت کی اصطلاح کچھ نہیں ہے اس کی جگہ پر اسلامیت یا مسلمیت ہونا چاہیے۔ یہ طبقہ پاکستانی کلچر کو مابعد الطبیعیاتی تناظر میں دیکھنے کا قائل ہے۔ اس کے خیال میں کلچر چوں کہ دین کی پیداوار ہے اور پاکستان کا دین اسلام ہے اس لیے پاکستان کے کلچر کو بھی سر تا پا تفسیر اسلام ہونا چاہیے۔ اسلامی ثقافت کا پرچار کرنے والوں میں شیخ محمد اکرام اور ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کے ساتھ ڈاکٹر نصیر الدین ناصر کا نام لیا جاتا ہے۔ یہ ناقدین جغرافیے کی اہمیت سے یکسر انکاری بھی نہیں ہیں مگر دین کو حاوی رکھنے کے خواہاں بہر حال ہیں۔

ایک طبقہ فکر ایسا بھی ہے جو پاکستانی کلچر میں دینی و جغرافیائی اشتراک و امتزاج کو تسلیم کرتے ہوئے ہند اسلامی ثقافت کا علم بردار ہے۔ اس بارے میں ڈاکٹر جمیل جالبی کا نام سر فہرست ہے۔ اس ہند مسلم ثقافت کے حوالے سے وہ اپنی تصنیف پاکستانی کلچر میں خاصی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ وہ اس موضوع کا احاطہ یوں کرتے ہیں:

" ہم پاکستان کے سب باشندے اس "ہند مسلم ثقافت" کے وارث اور جانشین ہیں جو اس برصغیر میں مسلمانوں کے ایک ہزار سالہ دورِ حکومت میں یہاں کی فضا مزاج، آب و ہوا اور میل جول کے زیر اثر پروان چڑھی ہے جس میں عربوں کا مذہبی جوش اور آدرش بھی شامل ہے اور افغانوں، ایرانیوں، ترکمانوں اور مغلوں کا مزاج بھی اور روح بھی۔ نہ صرف یہ بل کہ جس کی روح نے برصغیر پاک و ہند کی روح کو اپنے مزاج میں سمو کر تہذیب کا ایک ایسا نمونہ پیدا کیا تھا جو کم و بیش آج برصغیر کی زندہ تہذیب کی بنیاد ہے۔ جس میں وہ عناصر بھی شامل ہیں جنھیں ہم الگ کر کے دیکھ رہے ہیں اور وہ عناصر بھی جو اس میل جول اور ربط ضبط کا منطقی نتیجہ تھے۔ ہم جو کچھ ہیں اسی تہذیب کا نتیجہ ہیں جس کا صحت مند عمل ایک ہزار

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

سال تک جاری رہا اور جسے ہم اپنی تخلیقی قوتوں سے سیر اب کرتے رہے جس کی نشانیاں ایک طرف برصغیر پاک و ہند کے طول و عرض میں بکھری پڑی ہیں اور دوسری طرف ہمارے منہ سے لفظوں کی شکل میں ظاہر ہو رہی ہیں۔ آج بھی ہمارا لباس، ہمارا رہن سہن، ہمارے کھانے، ہمارے آداب، معاشرت، ہمارے روز مرہ کے اوزار، ہمارے رسم و رواج، ہماری مصوری، ہماری موسیقی، ہماری شاعری اور ہمارا مزاج اسی تہذیب کی بنیاد پر قائم ہے۔ یہی وہ تہذیبی ورثہ ہے جس میں پاکستان کے سارے لوگ مشترک طور پر مزاجاً اور عملاً شریک ہیں۔ قومی یک جہتی اور ملکی سالمیت کی سطح بھی یہی ہے ایک الگ مملکت کا شعور بھی اسی مزاج کی انفرادیت کو زندہ و باقی رکھنے کا شعوری عمل تھا۔ ہمارا قومی فریضہ ہے کہ ہم اس ورثے کا شعور آنے والی نسلوں تک مسلسل پہنچاتے رہیں"۔ (۸)

ایک طبقہ فکر کلچر کو زمینی پیداوار خیال کرتے ہوئے اسلام اور پاکستان کے جغرافیے کے امتزاج سے وادی سندھ تک جا پہنچا ہے اور اس تہذیب سے پیدا ہونے والی پاکستانیت کا خواہاں ہے۔ یہ طبقہ فکر کلچر کو طبیعیاتی تناظر میں دیکھنے کا قائل ہے۔ اس طبقے میں ڈاکٹر وزیر آغا کا نام سر فہرست ہے۔ کلچر اور جغرافیے کے تعلق پر بات کرتے ہوئے سید سبطِ حسن اپنی تصنیف پاکستان میں تہذیب کا ارتقا میں کچھ یوں لکھتے ہیں:

" تہذیب کی تشکیل و تعمیر میں طبعی حالات کو بڑا دخل ہے۔ یعنی ہر تہذیب کا اپنا ایک مخصوص جغرافیہ ہوتا ہے۔ اس کے دریا اور پہاڑ، جنگل اور میدان، پھول پھل اور سبزیاں، چرند پرند، آب و ہوا اور موسم یعنی اس کا خارجی ماحول اس کے طرزِ عمل کے ذریعہ معاش، رہن سہن، خوراک و پوشاک مزاج و مذاق، اخلاق و عادات، جذبات و احساسات غرض یہ کہ اس علاقے کے انسانوں کی زندگی کے ہر پہلو پر گہرا اثر ڈالتا ہے"۔ (۹)

اسی طرح سے ایک طبقہ فکر کا خیال ہے کہ پاکستان میں قومی کلچر نام کی کوئی چیز سرے سے ہی نہیں۔ یہاں تو علاقائی کلچر ہیں، قومی کلچر تو ایک واہمہ سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔ ہم زبردستی اقلیدس کے فرضی نقطے پر اتنے محل بناتے چلے جا رہے ہیں۔ کچھ مذہبی اور قومی کلچر کی تفاوتی بحث نے بھی اس نظریئے کو تقویت دی ہے۔

ان مباحث کے تناظر میں دیکھیں تو پاکستان میں 'مذہبی کلچر'، 'اسلامی کلچر' اور 'قومی کلچر'، 'پاکستانی کلچر' ہے۔ مگر کیا یہ دونوں کلچر الگ الگ ہیں؟ ان میں کوئی ہم آہنگی نہیں ہے؟ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ دونوں

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

تہذیبیں ایک دوسرے میں اس قدر مدغم ہیں کہ اب پاکستانی کلچر سے اسلامی کلچر اور اسلامی کلچر سے پاکستانی کلچر کو الگ کرنا کارِ محال ہے۔ ہمیں تسلیم کر لیناچاہیے کہ ہمارا کلچر پاکستانی ہے جس میں اسلامی عناصر بھی ہیں اور پاکستانی عناصر بھی ہیں۔ اپنے قومی کلچر کو پاکستانی تہذیب کہہ دینے سے اسلامی تہذیب کو گزند پہنچنے کا ہر گز بھی کوئی احتمال نہیں ہے۔ اس حوالے سے ڈاکٹر محمد حسن عسکری نے اسلامی تہذیب اور پاکستانی تہذیب کی گتھی کو سلجھانے کی کوشش کی ہے وہ اپنے مضمون ''پاکستان کا کلچر'' میں لکھتے ہیں:

> '' اسلام نے چند بنیادی خیال پیش کر دیئے تھے اور مسلمانوں کو حکم دیا تھا کہ ان خیالات کو پیش نظر رکھ کر دنیا کے ہر حصے سے علم حاصل کرو جو اور کو آتا ہو وہ ان سے سیکھو، جو تمھیں آتا ہو وہ اوروں کو سکھاؤ۔ سچے اسلامی کلچر کی بنیاد تو یہ ہے۔ اس کلچر کا مطلب عربوں جیسا لباس نہیں ہے بل کہ بنیادی خیالات اور تصورات اور یہ تصورات لازمی طور پر پاکستان کے کلچر کا جزو ہوں گے۔ ان سے پاکستان انحراف کر ہی نہیں سکتا''۔ (۱۰)

اس اعتبار سے پاکستانی اور اسلامی تہذیب کی بحث کو گویا ایک کنارہ مل جاتا ہے۔ احمد ندیم قاسمی اس بحث کو زیادہ صراحت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے اپنے مضمون ''حسن و جمال کا مفہوم محدود نہیں'' میں لکھتے ہیں:

> '' ہر تہذیب میں اس مٹی کی بو باس ضرور آجاتی ہے جہاں وہ تہذیب پیدا ہوئی، پھیلی، پنپی اور بدلی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جتنے اسلامی ممالک اس وقت کرہ ارض پر موجود ہیں ان کی تہذیبیں اگر بعض بنیادی امور میں مماثل ہیں تو بعض تفاصیل میں مختلف بھی ہیں۔ اسلامی ممالک کی تہذیبی مماثلتیں اگر تہذیب کے اسلامی تصور کی پیداوار ہیں تو ان تہذیبوں کے اختلافات ان ملکوں کی ہزاروں برس کی تاریخ، وہاں کے خاص معاشرے، خاص معیشتی رشتوں، خاص آب و ہوا اور خاص مٹی کی تخلیق ہیں''۔ (۱۱)

خالصتاً ادبی سطح پر دیکھیں تو ۱۹۴۷ء سے پہلے ہی پاکستانیت کی اصطلاح کا سوال ادب میں بھی سر اٹھانے لگا۔ پاکستانی ادب یا ادب میں پاکستانیت کی اصطلاح کے آغاز و ارتقا کے بارے میں بات کی جائے تو جس طرح ہندوستان کے تمام مسلمانوں نے پاکستان کے وجود سے طرح طرح کے خواب وابستہ کر لیے تھے ایسے ہی مسلمان ادیبوں نے بھی پاکستان کے بعد ایسا ادب تخلیق کرنے کا خواب دیکھا جو پاکستان کے نظریاتی، تاریخی اور ثقافتی رویوں کا آئینہ دار ہو گا اور یہ خواب کوئی اتنا بے جا بھی نہ تھا ہر قوم کو ایسے ادب کی ضرورت رہی ہے جو اس کا جذبہ قومیت

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

بیدار کرنے میں مدد و معاون ثابت ہو۔ ابو للیث صدیقی اس ضمن میں اپنے مضمون "پاکستانی ادب میں زبان کا مسئلہ" میں پاکستانیت کے علم بردار ادب کی ضرورت و افادیت بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

> " اگر ہم دس کروڑ انسانوں کی آبادی کو جو مملکت پاکستان میں بستی ہے ایک قوم مان لیں تو لازماً ہمیں اس کے لیے ایک ایسے ادب کی ضرورت ہے جو جذبہ قومیت کا عکاس ہو جو اس کی امیدوں اور محرومیوں کا آئینہ دار ہو جو پاکستان کے استحکام میں معاون ہو اور اس کی بنیادی اقدار کو قائم رکھتا ہو"۔ (۱۲)

قیام پاکستان سے ذرا قبل رسالہ نئی زندگی نے اپنا پاکستان نمبر جاری کیا، جس میں پاکستان کے قیام کی شدید مخالفت کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا کہ پاکستان میں کوئلہ اور لوہا نہیں ہو گا۔ حسن عسکری نے اپنے کالم پاکستان میں ایسے عاقبت نااندیشوں کو مدلل جواب دیئے ہیں (یاد رہے حسن عسکری ہی وہ شخصیت ہیں جنھوں نے سب سے پہلے پاکستانی ادب کا نعرہ لگایا تھا) اپنے اسی کالم میں وہ پاکستان کی تخلیق کو ادب کا نیا باب تصور کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> " غرض یہ کہ پاکستان ادب کو ایک نئی زندگی بخشے گا اور اس میں زندہ قوموں کا لب و لہجہ پیدا ہو سکے گا۔ پاکستان میں مسلمان ادیب کو اپنی ذمہ داری کا زیادہ احساس ہو گا اور وہ عوام سے یگانگت بھی محسوس کرے گا"۔ (۱۳)

حسن عسکری کے ساتھ ڈاکٹر ایم ڈی تاثیر، ممتاز شیریں اور انتظار حسین نے بھی پاکستانی ادب کی حمایت کا اعلان کیا مگر کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو عسکری صاحب کے اس نعرے کے خلاف اور انسان دوستی کے حق میں تھے۔ انسانیت کے احترام کے قائل یہ لوگ ترقی پسند تحریک کے مصنفین تھے انھوں نے ادب کو جغرافیائی حد بندیوں میں جکڑنے کی سخت مخالفت کی۔ (۱۴) اس طرح آغاز ہی میں پاکستانی ادب کی بحث متنازعہ ہو گئی۔ ڈاکٹر سلیم اختر اس تحریک کے پاکستانی ادب کے بارے میں کیے جانے والے تحفظات کے بارے میں اپنی تصنیف اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ میں لکھتے ہیں:

> " ڈاکٹر ایم ڈی تاثیر، محمد حسن عسکری، ممتاز شیریں نے پاکستانی ادب (قومی ادب / اسلامی ادب) کی بحث شروع کی تو یہ خاصی متنازعہ ثابت ہوئی۔ اُس وقت کے بیش تر دانش وروں نے اس بحث میں حصہ لیا۔ تاہم یہ بات اتنی غلط نہ تھی، جتنی اُس وقت محسوس ہوئی ہو گی کہ ہماری اور ہمارے ادب کے تشخص کی اساس پاکستانیت پر بھی اُستوار ہو سکتی ہے مگر اُس

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

وقت کے اہم اہل قلم کے لیے شاید یہ نعرہ اس بنا پر نا قابل قبول ہو گا کہ اُن کی دانست میں " پاکستانی ادب" ، " اُردو ادب" کے بحر بے کراں سے کٹ کر محض ذرا سی " آب جو" میں محدود ہو جانے کے مترادف ہو گا"۔(۱۵)

ابھی پاکستانی ادب کے بارے میں ہی واضح فکری و فنی بنیادیں متعین نہ کی جا سکی تھیں کہ اسلامی ادب کا نعرہ بلند ہوا، جس کے حوالے سے یہ موقف اختیار کیا گیا کہ چوں کہ پاکستان کی بنیاد اسلام پر ہے تو اس حوالے سے یہاں کے ادب کو بھی اسلامی ہونا چاہیے نہ کہ پاکستانی۔ اس تحریک کے متعلق ڈاکٹر انور سدید اپنی تصنیف اردو ادب کی تحریکیں میں لکھتے ہیں:

" زمانی اعتبار سے ادب اسلامی کی تحریک آزادی کے بعد معرضِ وجود میں آئی اور اس کی بڑی وجہ محارب کی وہ فضا تھی جسے ترقی پسند تحریک نے سیاسی طرز عمل اختیار کر کے پیدا کیا تھا"۔(۱۶)

اس تحریک کو نظریاتی بنیادیں نعیم صدیقی، اسعد گیلانی، ابن فرید، فروغ احمد، نجم الاسلام، خورشید احمد اور اسرار احمد سہاروی نے فراہم کیں مگر بد قسمتی سے اسے اچھے تخلیق کار دست یاب نہ ہوئے۔ دوسرا قاری جس سرزمین پہ رہتا ہے وہ اُس کا حال جاننے کا خواہش مند ہوتا ہے نہ کہ یہ جاننے کا کہ اسے کیسا ہونا چاہیے، اس لیے اس تحریک کا وجود بھی اپنے آپ ختم ہو گیا۔ دوسری طرف پاکستانی ادب یا ادب میں پاکستانیت کی تحریک کی بات کی جائے تو یہ تحریک قیامِ پاکستان کے فوراً بعد زیادہ متحرک ہو کر منظر عام پر آئی اور اس تحریک نے:

" ارضِ پاکستان کی نسبت سے زمین کے اور اسلامی نظریات کے حوالے سے آسمان کے عناصر کی اہمیت کو تسلیم کیا اور نئے ادب کی تخلیق کے لیے ان دونوں کا امتزاج ضروری قرار دیا"۔(۱۷)

یہ تحریک تو حلقہ ارباب ذوق میں ضم ہو گئی مگر ادب میں پاکستانیت کا سوال ہنوز جواب طلب رہا، جس نے کسی تحریک یا منشور سے ماورا ہو کر ادب پاروں کو پاکستانیت کے مزاج و عناصر سے ہم کنار کیا۔ اسی تناظر میں ڈاکٹر انور سدید نے ادب اور نظریئے کو لازم و ملزوم تصور کرتے ہوئے ادب میں پاکستانیت کی بحث کو سمیٹتے ہوئے کہا کہ قیامِ پاکستان کے فوراً بعد جن سوالوں نے سر اٹھایا ان میں سے:

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

" ایک مسئلہ "پاکستانی ادب" کا بھی تھا۔ اس سے "ادب میں پاکستانیت" کے سوال نے بھی سر ابھارا۔ اس سوال کے پس پشت بنیادی جذبہ یہ تھا پاکستان سے محبت پیدا کرنا ہر محب وطن کا فرض ہے اور ادب چوں کہ اس جذبے کے شعور، ادراک اور اظہار کا وسیلہ ہے اس لیے ہر محب وطن ادیب کو چاہیے کہ وہ ادب میں قومی، تہذیبی اور روحانی تشخص کے اظہار کی کاوش کرے۔ ادب میں چوں کہ قوم کا اجتماعی مزاج سمایا ہوا ہوتا ہے اس لیے باور کیا گیا کہ قوم کا جو تہذیبی تشخص ادب میں نمو پائے گا وہ قوم کے داخلی مزاج کا آئینہ دار بھی ہو گا اور اس سے ادب میں پاکستانیت کی خوش بو کو رچانا ممکن ہو گا۔ بالفاظ دیگر پاکستانیت کو ادب کی ایک محرک قوت قرار دیا گیا اور اس سے ادب میں استفادہ کی طرح ڈالی گئی"۔ (۱۸)

ڈاکٹر سید عبداللہ کے خیال میں "پاکستانیت" کی بحث کو جان بوجھ کر الجھانے کی کوشش کی گئی۔ اس لیے محمد حسن عسکری کی یہ اصطلاح رواج نہ پا سکی۔ اپنے مضمون "ادب میں پاکستانیت" میں وہ اس اصطلاح کے چار مفاہیم بیان کرتے ہوئے جسے درست خیال کرتے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

" ہمارا ادب ہماری روحانی آرزوؤں کا ترجمان ہو۔ یہ ادب ایسا ہو جو اس ملک سے محبت کے جذبات پیدا کرے، اس میں پاکستانی آئیڈیالوجی کی روح موجود ہو، یہ ان مقاصد و آمال کی بھی ترغیب دے جو تحریک پاکستان کے مد نظر تھے"۔ (۱۹)

احمد ندیم قاسمی صاحب نے بھی ادب میں پاکستانیت کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اپنے ایک قلمی انٹرویو میں وہ پاکستانی ادب کی حدود کو یوں متعین کرتے ہیں:

" پاکستانی ادب سے مراد ہے وہ ادب جو پاکستان کے وجود، پاکستان کے وقار اور پاکستان کے نظریئے کا اثبات کرتا ہو اور جو پاکستان کے تہذیبی اور تاریخی مظاہر کا ترجمان ہو اور جو یہاں کے کروڑوں باشندوں کی امنگوں اور آرزوؤں نیز شکستوں اور محرومیوں کا غیر جانب دار عکاس ہو۔ ظاہر ہے اس صورت میں پاکستانی ادب، ہندوستانی ادب یا ایرانی ادب یا چینی ادب یا انگریزی ادب وغیرہ سے مختلف ہو گا"۔ (۲۰)

ڈاکٹر ابو للیث صدیقی اپنے مضمون "پاکستانی ادب میں زبان کا مسئلہ" میں پاکستانی ادب کی مختصر اور جامع ترین تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

" پاکستانی ادب نظریہ پاکستان کی تفسیر ہے"۔ (۲۱)

حفیظ الرحمن خان بھی ادب میں پاکستانیت کی بحث میں ابو اللیث صدیقی کے خیال کے ہم نوا ہیں۔ اپنی تصنیف پاکستانی ادب کا منظر نامہ میں وہ پاکستانی ادب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

" ۔۔۔ پاکستانی ادب وہی ہو جس میں پاکستانیت رچی بسی ہو جس میں پاکستان کے نصب العین اور مقصدِ وجود کی روح کار فرما ہو"۔ (۲۲)

گویا ادب میں ایسی نادیدہ قوت ہونی چاہیے جو قومیت کے جذبے کا اظہار کرتے ہوئے ملکی ترقی کی درست سمتوں کو متعین کرنے کے ساتھ اپنے ماضی سے آشنا بھی ہو۔ عبد الشکور احسن "پاکستانی ادب مختلف زبانوں کا علاقائی ادب" میں پاکستانی ادب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

" یہ ادب بہ حیثیت مجموعی ملت پاکستان کے مزاج کردار اور تصورات زندگی کی آئینہ داری کرتا ہے۔ ادب کی اس وسیع اور رنگارنگ دنیا میں ہمیں بہادری اور شجاعت کے کارنامے، غیرت و حمیت کی داستانیں، عشق و محبت کے افسانے، مشاغل زندگی کی شریں اور تلخ حکایتیں، عوام کی مچلتی ہوئی آرزویں، زندگی کے نظریے اور قدریں، احساس کامرانی وناکامی اور امید و بیم کی منتشر تصویریں دکھائی دیتی ہیں"۔ (۲۳)

پاکستانی ادب کے حوالے سے رشید امجد فکری، تہذیبی اور لسانی حوالوں سے پاکستانی ادب کی انفرادیت کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی کتاب پاکستانی ادب: رویے اور رجحانات میں لکھتے ہیں:

" ہماری فکری روایت کی بنیادی علامتیں ہمارے ملی جذبوں اور امت مسلمہ کے تاریخی سفر سے وابستہ ہیں۔ جذباتی اور فکری طور پر ہمارے ڈانڈے اپنی مرکزیت ہی سے جڑے ہوئے ہیں۔ ہندی لہجے، ہندی روایات اور ہندی دیومالائی استعاروں کے بجائے ہمارے یہاں مسلم کلچر اور تاریخ کے حوالے زیادہ توانا ہیں۔ جنھوں نے ہماری علاحدہ فکری روایت کو قائم رکھا ہے۔ ہماری سوچ کا انداز، ہمارے اجتماعی خواب دوسروں سے مختلف ہیں۔ چناں چہ اس فکری تناظر اور ہیئت و تکنیک اور زبان و بیاں کے حوالے سے لکھا جانے والا ادب پاکستانی ہے"۔ (۲۴)

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

اِسی ضمن میں احمد جاوید کا بھی اپنا ایک مخصوص نقطہ نظر ہے۔ اپنے مضمون "پاکستانی ادب کی شناخت" میں وہ لکھتے ہیں:

> "کسی ملک کے ادب کی شناخت اس کے سوا اور کیا ہوتی ہے کہ وہ اپنے ماحول، تہذیب، سماج اور عوامی امنگوں کی عکاسی کرتا ہے۔ زیادہ یہ کہ تمام انسانیت کے دکھ اور خوشیاں بھی اس میں شامل ہوتی ہیں۔ کائنات میں انسان کے مقام کا تعین اور آفاقی اقدار کی ترویج بھی اس کا مسئلہ ہوتا ہے۔ بس یہی تعریف پاکستانی ادب کی بھی ہے اور یہی اس کی شناخت کا پیمانہ ہونا چاہیے"۔ (۲۵)

پاکستانیت کا غماز ادب تخلیق کرنے کے لیے ادیب کا حب الوطن اور پاکستانی ہونا ضروری ہے۔ جب ادیب پاکستان کی تاریخ، اس کی نظریاتی بنیادوں سے کماحقہ آگاہ ہو گا تو وہ اپنے ادب میں بھی ان رویوں کو پروان چڑھا سکے گا لہٰذا ادب میں پاکستانیت کا پہلا مرحلہ ادیب میں پاکستانیت کا ہے۔ جس کے حوالے سے عارف عبدالمتین اپنی تصنیف امکانات میں لکھتے ہیں:

> " ادیب کی حب وطن کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی تخلیقات اپنے دیس کے تمام مظاہر فطرت اور اُن کی بو باس سے بھی اپنا والہانہ شیفتگی کا مظاہرہ کریں اور اس دیس کے باشندوں سے بھی ایسی بیدار مغزانہ فریفتگی کا اظہار کریں، جو اُن کے درمیانی طبقاتی تفریق کو مٹانے کا عملاً موجب بنے"۔ (۲۶)

ادب میں پاکستانیت کا اطلاق چوں کہ کسی محصوص نظریے یا تحریک کے زیر اثر نہیں ہوا۔ ادبا کی انفرادی فکر نے متعین کیا ہے اس لیے اس میں بہت تنوع ہے۔ جسے فکری پراگندگی بھی خیال کیا گیا ہے۔ ایک اہم سوال یہ بھی اٹھا کہ ادب میں جس پاکستانیت کا اظہار ہوا ہے اس سے ناقدین کس حد تک مطمئن ہیں۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی اور محمد عالم ایسے نقاد ہیں جو ادب میں پاکستانیت کے اظہار سے مطمئن نہیں ہیں۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی اس حوالے سے ادیبوں کو مورد الزام ٹھہراتے ہوئے اپنی تصنیف پاکستان کے تہذیبی مسائل میں لکھتے ہیں:

> " میں یہ تو نہیں کہتا کہ ہمارے۔۔۔ ادب میں اپنی اِس زمین سے محبت کا اظہار نسبتاً کم ہوا ہے۔ یہ زمین کتنی خواب صورت ہے اور اس کو ہم نے کس طرح بنایا سنوارا ہے۔۔۔ ان سب باتوں کا بیان ہمارے ادب میں آج کل نہ ہونے کے برابر ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

ہمارے یہاں ابھی تک یہ احساس و شعور عام نہیں کہ یہ زمین کتنی قربانیوں کے بعد حاصل کی گئی ہے اور اس کو حاصل کرنے کے لیے ہم نے نہ جانے کیا کچھ کھو دیا ہے۔ وہ سب باتیں تو خواب و خیال ہو گئیں اس لیے اب نئی زندگی کا استقبال کرنا اور اس زمین کے نئے تصور سے محبت کرنا ہمارے لیے ضروری ہے۔ اس لیے آج کے ادب کے لیے سب سے بڑا تعمیری کام تو یہ ہے کہ اس میں حب وطن اور قوم پرستی کا شعور عام کیا جائے تاکہ یہ زمین اور اس کی ہر چیز دیکھنے اور محسوس کرنے والے کے لیے عزیز ہو جائے"۔ (۲۷)

غفور شاہ قاسم ادبا کے جذبہ پاکستانیت سے خاصے مطمئن ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ ادبا نے ادب میں پاکستانیت کے رنگ اجاگر کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اُن کے خیال میں:

" پاکستانی ادب ایک مخصوص فضا، مخصوص ماحول، مخصوص رنگ اور مخصوص لب و لہجے کا حامل ہے۔ پاکستانی ادیبوں نے اپنی نگارشات میں عروسِ وطن کے ہر رخ ہر انداز اور ہر رنگ کو اپنی محبت سے سنوارا ہے۔ ان کی تحریروں سے پاکستانی قومی تشخص یعنی پاکستانیت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے"۔ (۲۸)

محمد عالم خان ایسے نقاد ہیں جنھوں نے تخلیق شدہ ادب کو پاکستانیت کی کسوٹی پر پرکھا ہے مگر اپنے نتائج اخذ کرنے کے بعد وہ خاصے مایوس دکھائی دیتے ہیں۔ اُن کے خیال میں پاکستانی ادب تخلیق کرنے کے حوالے سے ادیبوں نے پوری ذمہ داری کا ثبوت نہیں دیا ہے۔ اپنی کتاب چند نئے ادبی مسائل میں اس صورت حال پر افسوس کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

" پاکستانی ادب جذبے، خیال اور احساس کی تثلیث میں قید ہو کر لکھا جا رہا ہے اس ادب کا نہ تو کوئی قومی سیاق و سباق ہے اور نہ ہی کوئی مربوط فکری حوالہ۔ بل کہ ہمارا ادب شدید فکری انتشار کا شکار ہے، اس میں نہ تو ملک میں بسنے والے اکثریتی طبقات کی خواہشات اور مطالبات کو پیش نظر رکھا گیا ہے اور نہ ہی قومی افق پر اٹھنے والے سوالات پر کوئی رائے زنی کی گئی ہے۔ سارے جذبے اپنے پس منظر سے کٹے ہوئے ہیں اور کوئی خیال روشن مستقبل کی نوید نہیں دیتا۔ ایک بے ربط اور موہوم سا احساس ہے جس نے پورے ادب پر ماتم کی فضا قائم کر رکھی ہے۔۔۔ ادیب راہ گم کردہ قوم کو کسی شناخت کا پتا نہیں دیتا"۔ (۲۹)

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

محمد عالم خان ۱۹۴۷ء کے بعد کے ادب سے تو خاص طور پر مایوس ہیں اُن کے خیال میں ادیبوں نے جو منتشر، لٹے پھٹے لوگوں کو ایک قوم بنانا تھا وہ اپنے اس ہدف میں ناکام رہے ہیں۔ ساتھ ہی ادیبوں نے پاکستانیت سے متضاد رویوں کا پرچار کرتے ہوئے ملکی تعمیر کے جذبے سے روگردانی کی ہے۔ وہ ادیبوں کو کڑی تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے اپنی متذکرہ بالا تصنیف میں لکھتے ہیں:

> " قیامِ پاکستان کے بعد کی ادبی صورت حال کو دیکھتے ہوئے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ ہمارے ادیب نے منتشر ہجوم کو ایک مضبوط قوم بنانے میں کوئی کردار ادا نہیں کیا بل کہ نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ادیب نے فرد کو نظریاتی اور فکری اعتبار سے بہت سے حصے بخروں میں تقسیم کر دیا۔ اس کے ہاں کوئی مستقل ادبی یا فکری قدر اپنی بھرپور توانائی کے ساتھ کسی قومی سوال کے طور پر ابھر کر سامنے نہیں آتی۔ اس لیے قیام پاکستان کے بعد معاشرہ ہمیں سنگین المیے کی زد میں دکھائی دیتا ہے۔ اس وقت ضرورت اس امر کی تھی کہ ادیب تبدیلی ملک کے بعد خود بھی تبدیل ہوتا ایک نئی مملکت کے لیے نظریاتی و فکری منشور کو ادب کا موضوع بناتا۔۔۔ لیکن بد قسمتی سے ادیب نے ایسا نہ کیا۔ اگر حقیقت بیانی سے کام لیا جائے تو یہ المیہ اپنی پوری صداقت سے ادب کے ماتھے پر بد نما داغ بن کر ابھرتا ہے کہ ہمارے ادیبوں اور دانش وروں نے قیام پاکستان کے بعد کی صورت حال میں اذیت پسندی، فراریت اور گریز کے رویوں کو بہت گہرا اور نمایاں کیا ہے، سارے پاکستانی ادب پر ایک مستقل نوحے کی مضبوط گرفت دکھائی دیتی ہے۔ پاکستانی معاشرے میں زندگی کا روگ اور موت کا سوگ صرف اور صرف ادیب کی غیر ذمہ داری، کوتاہ نظری اور منافقت کی وجہ سے وقوع پذیر ہوا اور ادب کے اس کائی زدہ ماحول نے فکری تعفن اور سماجی گھٹن کی فضا پیدا کر دی۔ عام انسان کا دم گھٹنے لگا اور لوگ دل برداشتہ ہو کر بالاقساط خودکشی کرنے پر مجبور ہوتے رہے"۔ (۳۰)

محمد عالم خان کی یہ مایوسی کسی حد تک بجا ہے کہ قیام پاکستان کے فوراً بعد تخلیق کیے جانے والے ادب نے مایوسی کا پرچار کیا مگر وقت کے ساتھ ساتھ ادبا نے فکری بالیدگی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں کو احسن انداز سے نبھانے کی کوشش کیا۔ متذکرہ بالا آرا کو دیکھتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ادب جو پاکستان کے ماضی کا آئینہ دار،

ISSN (**Print**): 2709-9636 | ISSN (**Online**): 2709-9644
Volume 2, 2021(Issue III, July to September)

اُس کے حال کا ترجمان اور مستقبل کا رہ نما ہو، جو پاکستان کے وجود کا اثبات کرتا ہو، جس کی سطروں سے یہاں کے ندی نالوں، پہاڑوں، دریاؤں، جنگلوں، شہروں، میدانوں اور دیہاتوں کی مہک آتی ہو اور جو پاکستان کی سچی تصویر کشی کرنے میں مدد دیتا ہو۔ وہی ادب پاکستانی کہلانے کا اصل حق دار ہو گا۔ یہ ایسا ادب ہے جسے پڑھ کر قاری کے دل میں بھی اپنے وطن، اس کی وادیوں اور فضاؤں سے محبت کے جذبات نمو پاتے ہیں۔ یہ وہ ادب ہے جو پاکستان کی ترقی کے لیے درست سمتوں کی نشان دہی کرے اور وہ تمام رویے جو پاکستان کو نقصان پہنچا رہے ہیں اُن کو بے نقاب کرنے کے ساتھ ساتھ معاشرے کو ان رویوں سے پاک کرنے کی بھی حتی الامکان کوشش کرے۔

حوالہ جات

۱۔ رشید امجد، فاروق علی (مرتبین): پاکستانی ادب، راول پنڈی: فیڈرل گورنمنٹ سرسید کالج، ۱۹۸۱ء، ص ۵۴۱

۲۔ اکرام ہوشیار پوری: پاکستان اور پاکستانیت، لاہور: عفر اپبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء، (دیباچہ)

۳۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر: پاکستانی کلچر، ص ۶۰

۴۔ تفصیل جاننے کے لیے دیکھیے: مقالات محمد حسن عسکری از شیما مجید، ج ۲

۵۔ رشید امجد، فاروق علی (مرتبین): پاکستانی ادب، ص ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸

۶۔ سجاد باقر رضوی: تہذیب و تخلیق، لاہور: مکتبہ جدید، ۱۹۶۶ء، ص ۷۱، ۷۰

۷۔ خاور جمیل (مرتب): ادب کلچر اور مسائل، کراچی: رائل بک کمپنی، ۱۹۸۶ء، ص ۲۹۵

۸۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر: پاکستانی کلچر، ص ۷۱، ۷۰

۹۔ سید سبط حسن: پاکستان میں تہذیب کا ارتقا، کراچی: کتب پرنٹرز و پبلشرز لمیٹڈ، ۱۹۷۵ء، ص ۶۵، ۶۶

۱۰۔ شیما مجید (مرتب): مقالات محمد حسن عسکری، ص ۴۸

۱۱۔ احمد ندیم قاسمی: تہذیب و فن، لاہور: پاکستان فائونڈیشن، ۱۹۷۵ء، ص ۹۶

۱۲۔ محمد طاہر فاروقی، خاطر غزنوی (مرتبین): پاکستان میں اردو، پشاور: یونی ورسٹی بک ایجنسی، ۱۹۶۵ء، ص ۴۰

۱۳۔ محمد حسن عسکری: جھلکیاں، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۰۰۸ء، ص ۱۰۴۳

۱۴۔ دیکھیے حوالہ نمبر ۲۷

۱۵۔ سلیم اختر، ڈاکٹر: اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء، ص ۴۷۲

۱۶۔ انور سدید، ڈاکٹر: اردو ادب کی تحریکیں، ص ۶۱۸، ۶۱۹

۱۷۔ ایضاً، ص ۶۳۰

۱۸۔ انور سدید، ڈاکٹر: اردو نثر کے آفاق، لاہور: مقبول اکیڈمی، ۲۰۰۷ء، ص ۲۷۲

۱۹۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر: ادب و فن، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، ۱۹۸۷ء، ص ۲۱۷

۲۰۔ منور علی ملک: پس تحریر، لاہور: بک مارک، ۱۹۹۳ء، ص ۱۰۱

۲۱۔ محمد طاہر فاروقی: خاطر غزنوی (مرتبین)؛ پاکستان میں اردو، ص ۴۳

۲۲۔ افتخار شفیع (مرتب)؛ پاکستانی ادب کا منظر نامہ از حفیظ الرحمٰن خان، لاہور: بک ہوم، ۲۰۰۶ء، ص ۱۲۸

۲۳۔ عبدالشکور احسن: پاکستانی ادب، لاہور: ادارہ تحقیقات پاکستان، دانش گاہ پنجاب، ۱۹۹۲ء، ص ۵

۲۴۔ رشید امجد: پاکستانی ادب: رویے اور رجحانات، پورب اکادمی، ۲۰۱۰ء، ص ۱۵

۲۵۔ نوازش علی، ڈاکٹر (مرتب): عبارت، راول پنڈی: دھنک پرنٹرز، ۱۹۹۷ء، ص ۲۷

۲۶۔ عارف عبدالمتین: امکانات، لاہور: ٹیکنیکل پبلشرز، ۱۹۷۵ء، ص ۱۶۹

۲۷۔ عبارت بریلوی: پاکستان کے تہذیبی مسائل، لاہور: ادارہ ادب و تنقید، ۱۹۷۹ء، ص ۱۰۸، ۱۰۹

۲۸۔ غفور شاہ قاسم: پاکستانی ادب ۱۹۴۷ء سے تاحال، لاہور: بک ٹاک، ۱۹۹۵ئ، ص ۲۳

۲۹۔ محمد عالم خان: چند نئے ادبی مسائل، لاہور: پاکستان بکس اینڈ لٹریری ساونڈز، ۱۹۹۱ء، ص ۱۵۱، ۱۵۰

۳۰۔ ایضاً، ص ۱۴۵، ۱۴۴